

مطبوعات

روز نامہ ڈان کے ایک مصنفوں نکار جناب احمد عبدالجلیل جنہوں نے تاریخ دیسا بیان میں ایم اے کیا ہے۔ اور اس سے قبل بھی دو کتابیں لکھے چکے ہیں۔ اس کتاب کے ممکف پی جس کا ترجمہ فرمیں ملک نے انگریزی سے اردو میں کیا ہے۔

ایران جس کا رقمہ ۶ لاکھ ۳ ہزار ۳ سو ۳ مرتبہ میل ہے۔ آبادی سائنسی

تین کروڑ سے کچھ کم اور قومی پیداوار ۵ ہزار ٹین ڈالر سالانہ ہے (یا تھی)

آج اپنے انقلاب کی وجہ سے دنیا بھر میں ایک نایاب موضوع فکر ہے۔ یہی ذیہ

نظر کتاب کا موضوع ہے۔ مگر موضوع کا تعلق اختصاصی طور پر ایرانی انقلاب سے ہے۔ "اسباب و نتائج" نیں

سے پہلے جزو پر قد کچھ مواد ہے "نتائج" پر کوئی اہم جگہ نہیں۔ زیادہ تر یہ کتاب پس منتظر کو سامنے لاتی ہے۔

اور خاصی مفید معلومات پیش کر جو ممکف کے مطابعکی نشاندہی کرتی ہیں۔

خصوصاً تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے ایران کے مذہب پر جو لفظوں کی گئی ہے۔ اردو میں اس کی بہت

ضرورت ہے۔ ایران کا ۹ صدیوں تک سنتی ملک پر رہنا اور سنتی نقطہ منظر کے علم کا عظیم علمی خدمات انجام

دنیا تاریخ کا بڑا ہم باب ہے۔ یہ تو سولھویں صدی عیسوی کا واقعہ ہے کہ صفوی خاندان نے بندو شمشیر

شیعیت کو ایران کا مذہب قرار دیا۔ اور دو سو سال کی مدت میں پہنچ بیدا ہوا کہ ایران میں شیعہ آبادی کی اکثریت

ہو گئی۔ آج کے ایرانیوں میں دور رفتہ کے جبراکرٹی و عمل موجود نہیں ہے کہ ایک چیز ان پر بذو شمشیر طحیتی

گئی ہے۔

اس مختصر کتاب کا ایک اہم حصہ ایران میں بیرونی طاقتون کے استحصالی کی داستانِ خونپکان کلبے، جس کا

آخری عمل یہ تھا کہ ایران کو لادینیت کی طرف دھکیلا جائے اور اس مقصد کے لیے شاہ کو آل اللہ کا رہ بنا یا گیا اور

اس کو جہوریت کشی اور تشدد کاری کے گز کھائے گئے۔ مگر ایران کے مذہبی اکابر وہ واحد قوت تھے جو

شاہ کے مظالم، اس کے سامرا جیت پرستانہ بھری اقتدار اور تحریک کی پروشن اور سکول رازم کے لیے

انقلاب ایران

داباب اور نتائج

ان احمد عبدالجلیل۔ ترجمہ فرمیں ملک

صفحات ۶۱۔ قیمت ۱۵ روپے

ناشر: تنظیم پلی گیٹشنز

۶۳۴م - پہاود آباد - کراچی

اس کے پر گہاروں کی مخالفت میں آوازِ امتحاناتے سنتھے۔ آخر اس طبقے پر بھی منظاہم کا آغاز ہوا اور قشیدہ کا پہلے زور دار رسالہ شاہی محل سے شکستہ میں آئھا۔

اس پس منظر کے ساتھ ایرانی انقلاب نبودار ہوا جسے مولف نے مقصد کے لحاظ سے پاکستان قومی اتحاد کی تحریک ۱۹۶۰ء سے ہم آنہنگ قرار دیا۔ اور ایرانی انقلاب کے دور آغاز کو ان الفاظ سے پیش کیا ہے: یہ جدوجہد استعمال، دہرات، بد کرداری، بد عنوانی، جابرانہ آمریت، اور سب سے بڑھ کر بیرد فی مداخلت کے خلاف جگہے۔ ایرانی انقلاب پر ہمارے سامنے دو اور کتابیں رکھی ہیں۔ ان پر آئندہ رویوں کرتے ہوئے اس کی "فتورات" اور اس کی پچیدگیوں پر ہم مختصرًا اہمہر خیال کریں گے۔

سید مودودیؒ کا عہد

(میری نظر میں)

از سید نقی علی شاہب

صفات پونے پائیں سو

قیمت اعلیٰ ۲۶ پیپرے ۳۷، ۲۰۰۷ء

ناشر: البدرا پبلی کیشنر

اوپر بازار لاہور

مولینا سید ابوالعلیٰ مودودی مغفور کی رحلت کے بعد سے ہر طرف یہ جاننے کی ایک پیاس پیدا ہو گئی ہے کہ مولینا کی زندگی تفصیلی کیسے گزدی۔ اس کے لئے جہاں یہ طولی المیعاد مفسوہ ہمارے ساتھ ہے کہ مولینا کی سوانح مرتب کر دی جائے، دہاں مولینا سے قریب رہ کر زندگی گزارنے والے اصحاب بہت کچھ کوہ رہے ہیں۔ سید نقی علی صاحب نے بھی زندگی کا بڑا حصہ مولینا مودودی مغفور کے ساتھ کام کرتے ہوئے گزارا ہے، ان کی قوت مشاہدہ بھی زور دار ہے اور حافظ بھی مضبوط۔ لہذا ان کی کمی ہوئی کتاب "سید مودودی کا عہد" میری نظر میں "خاسی قابل توجیہ ہے۔ اس میں "الف" سے لے کر" یا "ہر دور کی دلچسپی اور مفہمد جزو شیات برادر" میں نقی صاحب نے پیش کر دی ہیں۔ مولینا کی شخصیت اور مغفور کے کردار کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کتاب میں مولینا کی دعوت بھی ملے گی، تقاریر کے اعتبارات بھی درج ہیں۔ مختلف مراحل کے کاموں کی نوعیت بھی سامنے آجائی ہے اور فاتح زندگی کے بعض پہلوؤں کے ساتھ مولینا کے لٹائف بھی خرائی توجیہ لیتے ہیں۔

اور سب سے بڑی خوبی توجیہ ہے کہ مولینا مودودی مغفور کے ساتھ ساتھ سید نقی علی صاحب کی شخصیت کا سارا ریکارڈ بھی مٹا لو کر موجود ہے۔ یعنی آدم کے آم اور گھٹیوں کے دام بھی۔ شاید نقی علی صاحب کو یہ محسوس بھی نہیں ہوا ہو گا کہ اس کتاب میں ان کی خود نوشت سوانح بھی ایک حد تک آگئی ہے مجھے اس کتاب کے عنوان سے اختلاف ہوا۔ میں لفظ "عہد" کا مفہوم یہ نہیں سمجھتا کہ ایک شخص کا دور عزم ہوا

قرآن کا عہد بھی ختم ہو گیا۔ یہ کسی صدر ملکت یا وزیر کا قصہ نہیں ہے کہ اس کے پانچ یا دس سال کے دورہ حکومت میں کیا ہوا۔ اپنی فکر و نظر اور رابط دعوت و تحریک کا اصل دور قرآن کی عیاتِ جسدی ختم ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ مولینا مودودی متفقہ کا دور اس وقت تک رہے گا جب تک اُن کے طرز فکر، اُن کے انسانی دعوت، اُن کی اصطلاحات اور قرآن کی خاص تراکیب و تشبیہات اور اُن کے اسلوب تحریک کو لے کر چلنے والے لوگ اٹھتے رہیں گے۔ یوں بھی جب بات "میری نظر میں" کی ہو، تو مولینا مودودی کی ذذگی کے دور کو بھی بیان کرنے کے لیے اُن کے پورے ماحصل، معاصر تحریکیں اور نظریہ حریفانہ کام کرنے والی شخصیتوں اور سیاسی حکومتوں اور قیادتوں کا تحقیقی جائزہ لینا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ یہاں تربیت اس حدیک محدود ہے کہ مولینا مودودی ہی — میری نظر میں (یا میر امطا معروضہ ہدہ) اور آگے بڑھتا ہو تو "مولینا مودودی اور اُن کی دعوت اور تحریک"۔

سو انہی کتابوں میں جن کا مقصود شخصیت کا جائزہ یا کردار کا مطالعہ ہو، کتابوں اور تقریروں کے اقتباسات کا عنصر یادہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ سب کچھ تو مطبوعہ موجود ہے۔ مشاہدات زیادہ ہونے چاہیں یا ایسے واقعات کا تذکرہ جو ریکارڈ پر نہیں ہیں یا پوری طرح نہیں ہیں۔ آج کل کتابوں کی ضخامت کا بڑھ جانا ایک مشکلہ ہے۔

تحریک پاکستان

کشکش کی وجہ سے بڑھ گئی ہے جو دیتی عناصر کے خلاف سیکولر ناشر، فیض محمد خلیل اللہ، اردو کالج کراچی ناشر، شعبہ تالیف و تحریر و فناقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی تھی، مغرب پرست اور سو شش عناصر نے شروع کر کھی تھی مخصوصاً پاکستان کے ایک حصے کے انقطاع، نسلہ ۱۹۶۶ء کی فسٹت اور تحریک نظام مصطفیٰ نسلہ کے انجام کے واقعات نے اپنے صفحات: ۵۹۰۔ ڈاہیل ارٹ کارڈ قیمت: ۵۰/- روپے

اور اس اس کے پس منتظر کا شعور دلائیں۔

راہ ہر جنہے برس کے عرصے میں پاکستان اور نظر پاکستان پر بہت سی کتابیں شائع ہوئی ہیں، میں میں سے بعض کی نوعیت تحقیقی ہے، بعض درسی ضرورت سے لکھی ہیں، بعض عام مطالعہ کے لیے ہیں۔

پیش نظر کتاب اعلیٰ اندراج کے طبقہ کے بھی مفید ہے اور عام مطابع کے معیار سے بھی پسندیدہ ہے۔ یہ کتاب اپنے قارئین کو بتاتی ہے کہ انگریز و مسلمانوں نے مسلمانوں سے حکومت چھیننے کے بعد ان کو سیاسی معاشرتی اور اقتصادی حیثیت سے کس صورت میں تباہ کیا۔ دوسری حقیقت اس کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہندو قوم کے برہمن مہاجنی امپریزیم نے انگریزی دور میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کو دبانے اور کھلانے کی کس طرح کوششیں کیں۔ ہندوؤں کا یہی دور روایہ متحا جنہوں نے مسلمانوں کو چونکا کہ قوم پرستا تھا لہ دین جمہوری طرزی سیاست سے ہٹایا۔ اور ان کو اپنے جدا گانہ ایمانی و تہذیبی وجود کا شعور دلایا۔ اس کے بعد یہ کتاب اس حقیقت کو سدمنہ لاتی ہے کہ اپنی جدا گانہ مسلم حیثیت کے شعور سے کس طرح اس تحریک کو پروان پر طھایا، جس کے نتیجے میں پاکستان تشکیل پذیر ہوا۔

کتاب میں کچھ کہزادے میں بھی ہیں جن کی ایک وجہ " طوالت کا خوف ہے۔ اس کا اثر یہاں تک پڑا ہے کہ مرکزی نوعیت کے مبحث دو قسمی نظریہ پر صرف ایک صفحے کے محتوا میں ہے۔ بیان ہوا ہے کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں سندھ کی صوبائی مسلم لیگ نے کہا چکی میں یہ بات واضح الفاظ میں بیان کر دی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔" (ص ۳۰۶۔ ۳۰۷) آخر عام آدمی کو یادشی نسل کے ایک طالب علم کو کیا یہ سوال نہیں گھیر کر کذا وہ الگ الگ قومیں کیوں ہیں اور دو قسمی نظریہ کیسے ہے؟ اور اس سوال کا جواب دو قسمی نظریے کی فصل قسم نہیں دیتی۔ دوسرے مقامات پر بھی اشارات ہی ہیں۔ غالباً یہی طوالت کا خوف ہے جس کی وجہ سے " جدا گانہ مملکت کی تحریکیں" (باب ۱۶) کے زیر عنوان بعض غیر اہم افراد کے سرسری خلاکے تھے اگر ہیں مگر بھی لصف صدری کی فکر و سیاست کے ایک اہم کردار مولیانا مودودی اکا تیسا رخا کہ نظر انداز ہوا تو چیز پر تردید کہ نہ کتنی بیانات میں " مسئلہ قومیت" یا دو سیاسی کشمکش " دا ز مولیانا مودودی" کا ذکر نہ اسماں کے اشارے ہی میں کوئی حوالہ۔ تاریخ کے ایشیج کے ایک مکمل کردار کو سرے سے غائب کر دینا تاریخی خوبی کا کمال ہے۔

مؤلف نے اختلافی نوعیت کے مسائل سے بھی بخپکے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سرستیدک نظر امداد اور جس کے اثاثات ان کے خدمتی قصورات پر بھی بیٹھے، اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ بلکہ یہ کہ لے آگے صفحہ ۳۸ پر جا کے مؤلف نے تلاوی کی ہے۔ مگر کوئی عام آدمی یا طالب علم سرستیدک متعلق لکھنے یا بولنے کے لیے مواد اخذ کرنے چاہے گا تو باب بفر ۲ میں " سرستید" کا عنوان ہی تکالیف گا۔

ان کی تحسین کی گئی ہے کہ وہ "حقیقت پسند انسان تھے"، خواب نہیں دیکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان نے نظام میں اپنا مقام پیدا کریں۔ حالانکہ آزادی کی جنگ پہلے بھی جن لوگوں نے اطمینان اختیار نہیں کیا تھا اور بعد میں بھی آزادی دستقلال کے لیے جو مہم چلی، وہ نئے نظام میں مقام بنانے والے لوگ تھے اور بعد میں بھی آزادی دستقلال کے ساتھ انہیں وہ مقام بنانے والوں کی مدد ہوئی متنہ نہیں ہے۔ استغفار اور پیغمبر ہے اولہ تاریخ کے ساتھ انہیں اور پیغمبر۔ مولانا خاکی درجے کا بھی ہے) دراصل ٹکرائی ہوئی قوتوں کے متعلق فلم آٹھا تا ہے تو وہ ایک طرح سے بچ کی پوزیشن اختیار کرتا ہے۔ امید ہے کہ پروفیسر محمد خبیل امداد ان خیر خواہانگزاد ارشاد پر غور کریں گے۔

<p>مکتبہ نذریہ کچھ عرصے سے مسلسل تبلیغی اور شیکھ رہا ہے یہ محترم کتاب بھی اس کے مسلسل خدمات کی ایک کڑی ہے اور اسے مولانا سید فردوس شاہ صاحب نے قبلہ نزد فرمایا ہے۔ سید صاحب ایک ایسے خادم دین بزرگ ہیں کہ ان کی تحریر دن پر تقدیم و تبصرہ کرتے ہوئے کچھ بوجھ سماحوس ہوتا ہے۔ پس میں تعارف ہی پر اتفاق کرتا ہوں۔ ب) حیثیت مجموعی یہ مفید رسالت ہے اور اس میں سارہ طریقے سے مگر قرآنی دلائل اور احادیث اور بزرگوں کے حوالوں سے باتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ زیادہ بحث کلمہ طیبہ</p>	<p>کلمہ طیبہ اور فلسفہ نماز از مولینا سید فردوس شاہ قصوری صفحات ۱۳۱ قیمت ۶/- روپے ناشر، مکتبہ نذریہ بہ منیر شہ سید دوڑ، بال مقابل جادہ بار کریمی اچھرو - لاہور</p>
--	--

پہ ہے اور مقصود توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے۔ آخر میں چند اور راقی میں نماز کی دین میں اساسی اہمیت کو دلایا گیا ہے۔ اور نزدِ صلوٰۃ کے ایمانی خلوٰۃ سے آکاہ کیا گیا ہے۔ ایسے معنایں کو پڑھنا اور پھیلانا چاہئے جعن ارشادات بخاریے نفسِ فہم میں سوالات پیدا کر گئے، مثلاً ایک جملہ ہے: "یہ درج (عجم، قدیل) نماز صدقہ، روزہ، دعا، استغفار، استعانت دیگرہ میں اگر ناپید ہو جائے تو یہ افعال عبادت نہیں ہوں گے۔"
(ص ۱۱) سوال یہ ہے کہ یہاں دعوت الی اللہ، سمعی غلبہ دین، بہرث اور جہاد جیسی عبادت کا کوئی حوالہ کیوں نہیں؟ غیرہ ہے کہ آگے ص ۱۱ پر درج نہیں کچھ ادھر بھی ہوا ہے۔ پھر یہ بات کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور شدید محبت کے لائق نہیں (ص ۱۲) اس میں ذکر اطاعت کیوں شامل نہیں؟ پھر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ "رب، خالق، طاہک، رادق وغیرہ تمام صفات کو قرآن مجید اللہ کی پہچان اور معرفت کے لئے فتاہ ہے" (ص ۱۲)

حالانکہ صفاتی اسلام کی یہ اہمیت بھی ہے کہ ان کا فہم آدمی کو دو شرک فی الصفات، سے بچاتا اور اللہ کے بہت سے خفرق کو واضح کرتا ہے۔ صفات سلسلہ نہ ہوں تو محض اسم ذات (اللہ) سے تو کوئی تعین نقطہ نظر بنتا ہی نہیں۔

ایمید ہے کہ ان اشارات کو ہمارے بزرگ مؤلف گستاخی پر محوال نہ کریں گے۔

اس کتاب کا ایک خاص موضع ہے وہ یہ شیعہ عقاید و

کلامیات کی تینیخ۔ اس خاص میلان میں اپنی معلومات بڑی محدودیں

البتہ اس کتاب کو بڑھ کر ایک سوال ضرور پیدا ہو جاتا ہے کہ

شیعہ حضرات کو ہم اس تصور کے تحت مت اسلامیہ ہی کا ایک

حقد سمجھتے ہیں کہ ان کو دوسروں سے کچھ اختلافات ہیں اور اتفاق

رکھنے کا حق سب کہہ گے اس کتاب کی بخشنود کے مطابق بات

اختلافات تک محدود نہیں نظر آتی۔ بلکہ لا یحیل تضادات سامنے آتے ہیں۔ ہماری تمنا یہ ہے کہ شیعہ اور سنی

دونوں گروہوں کے علماء حضرات اس بات کی سی بیان کریں کہ فاش قسم کے اعتقادی اور کلامی تضادات نہ رہیں

صرف تفاصیلات دشمنیات میں اس حد تک گوارا اختلفات باقی رہ جائیں کہ شیعہ اور اہل سنت دونوں

گروہ ایک ہی دین و نظام کے علمبرداروں کی چیزیت سے ہم قدم بکر جادہ پیا ہوں۔

میری رائے میں یہ کتاب نہ صرف معلومات افزائی ہے بلکہ فی الجد اچھے اسوب سے لکھی گئی ہے اور اس کا

انداز فرقہ دارانہ نہایت کاساہیں ہے۔ جملہ الزام تراشی اور مبالغہ آڑائی نہیں ہے اور نہ طنز و نعلیف

کا رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ جزوی حد تک کہیں تھوڑی بہت اور نجی فتح کا ہونا بہت زیادہ قابل گرفت نہیں ہے

شحد بی الرسلین

عن کید الکذبین

اغوات مولینا اللہ یار خاں

مرتبہ: حافظ عبد الرزاق ایم اے

محلہ صفحات ۲۸۶ قبۃ ۵ مرودہ

ملنے کا پتہ واضح طور پر درج نہیں

سیارہ ڈائجسٹ

چودہ صدیاں نمبر۔ حصہ اول

ایڈریٹر : عطش درانی

پتہ : ۱۲۶ - حمید نظامی روڈ لاہور

صفحات قریب آہ سو

قیمت : ۲۵ روپے

سیارہ ڈائجسٹ کا فرقان نمبر، دسویں نمبر اور دوسرے متعدد

خاص نمبروں کی تاریخ سامنے رکھیں تو اس نامہ خاص نمبر کی قدر م

قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی ۳۴ صدیوں کی تاریخ

بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جس کو ملخصاً پیش کرنے کے لیے بھی چار پانچ صفحے کافی نہیں۔ اسی لیے ادارے نے پروگرام چودہ صدیاں نمبر کے

یہ صحفوں کا بنایا ہے۔ ان میں سے پہلا حصہ شائع ہو گیا ہے۔ اسی

یہ صحفوں کا بنایا ہے۔ ان میں سے پہلا حصہ شائع ہو گیا ہے۔ اسی

یہ سائنس، علوم اور ثقافت کے موضوعات کو سمیا گیا ہے۔ اردو، عربی اور انگریزی کی بہت سی کتابوں

استفادہ کر کے مختلف موضوعات پر مختلف علماء، مفکرین، اصحابیوں اور معلموں اور ادیبوں نے مضامین

لکھے ہیں۔ خصوصی اہمیت یہ ہے کہ نمبر میں بہت سی تصویریں، تحریرات اور خطاطی کے نمونے، سائنسی ایجادا

اور نجوم و جغرافیہ کی دریافتیں کے متعلق نقشے اور خاکے شامل ہیں۔ ہر موضوع تحریر کے لیے ایک الگ حصہ

خاص اندر وہ سردی سے الگ کیا گیا ہے، نیز ہر حصے کے آخر میں موضوع سے منفصل کتب جواہ اور کتب

مطالعہ کی ایک فہرست دی گئی ہے۔ اس عیسیوی اور سنہن ہجی کے ایام اور تاریخوں کی دریافت کے لیے ایک

جدید نظریہ تقویم اس کے آخر میں شامل ہے جس میں مختلف کیلئے رہوں اور تقویمیوں کا مطالعہ کر کے واضح

کیا گیا ہے کہ یہ نئی تقویم صحیح تھے۔

تفصیل تبیرہ کرنا تو کجا، یہاں مضامین اور آن کے لکھنے والوں کا انکر کہ جبھی مثل ہے مختصر ایں یہ کہتا ہوں

کہ چودہ صدیاں بزرگیکی ایسا آئینہ سامنی ہے جس میں ہم اپنا تہذیبی پھرہ پہچان کر اپنے آپ پر اعتماد کرنے کے

قابل ہو سکتے ہیں۔ معزی تسلط کے بعد دو رہا ہم پرسب سے بڑا ستم ہی ہے کہ اس نے ہماری ملی خود اعتمادی کو

نہیں کر دیا ہے اور ہم ایک طرح کی خود بیز ای اور غیر پرستی میں بدل دیں۔ ہم اپنی صورت دوسروں کے

آئینوں میں دیکھتے ہیں۔ اور اگر وہ طلبی آئینے ہمارا حلیہ بگاڑ کر پیش کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو مہریں کھئے

جالی سے محروم ہمچلتے ہیں اور دوسروں کے تہذیبی ہہرے ہمیں بڑے خوشناگتے ہیں۔ یہ نہ رہا سے یہ اور

لوبنوں کیے اپنایا کہ کردہ ایک ایسا آئینہ ہے جو ہم پر جاہ سے ہٹھیں پیس و جمال کو اپنے کرتا ہے جس کو کچھ

کر دوسروں کے بلائے ہوئے حلیہ بگاڑ آئینوں کے طلبم سے ہم آزاد ہو سکتے ہیں۔ لب اس نمبر پر ہمارا اپنی تصور